سوال

(2) اموالِ زکوۃ مفروضہ میں سے مدرسۃ العلوم پر خرچ کرنا

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اموال زکوۃ مفروضہ میں سے مدرسۃ العلوم میں دینا بایں طور کہ نقد روپیہ یا کتب حوالہ مہتمان مدرسہ کے کیا جاوے کہ وہ لوگ داخل مدرسہ کر کے نفقہ طلباء ومشاہرہ مدرسین و دیگر مصارف مدرسہ میں صرف کریں 'اور وہ کتب درس وتدریس میں رہیں ۔ ازروئے کتاب اللہ تعالی وسنت رسول اللہ ﷺ جائز ہے یا نہیں ؟ ائمہ حنفیہ کا اس باب میں کیا مسلک ہے ؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

حسب تصریح فقہائے حنفیہ اموال زکوۃ میں تملیک شرط ہے 'یعنی اس مال کو کسی اہل مصرف زکوۃ کو ملک گردانے ،اس لیے بنائے مساجد وتکفین اموات میں اموال زکوۃ کو صرف کرنے سے عندالاحناف زکوۃ ادا نہیں ہوگا ہدایہ میں ہے " ولایبنی بہا مسجد ولایکفن بہا میت ' لانعدام التملیک.وہوالرکن ' ولایقضی بہا دین میت ' لان قضاء دین الغیر لایقضی التملیک منہ سیمافی المیت انتہی '

اورفتح القدیر شرح الہدایہ میں ہے "قولہ لانعدام التملیک وہوالرکن بان اللہ تعالیٰ سماہاصدقۃ وحقیقۃ الصدقۃ تملیک المال 'من الفقیر ' وہذا فی البناء ظاہراً 'وکذافی تکفین ' لانہ لیس تملیکا للکفن من المیت انتہی

اوربنایہ شرح ہدایہ للعینی میں ہے کہ " لایبنی بالزکوۃ مسجد ' لان الرکن فی الزکوۃ التملیک من الفقیر ولم یوجد ' ولایکفن بہامیت لانعدام التملیک من اطیت وہوالرکن.وکذالاتبنی بہا القناطر والسقایات.ولایحفر بہا الابار ' ولاتصرف الطرقات وسدالثغور ونحو ذلک ممالایملک فیہ انتہی

اوربحر الرائق میں ہے ۔ "ولاتدفع الی بناء مسجد وتکفین میت وقضاء دینہ وشراء قن یعتق عدم لجواز لانعدام التملیک الذي ہوالرکن فی الاربعۃ 'والحلیۃ فی الجواز فی ہذہ الاربعۃ ان یتصدق بمقدارزکاتہ علی فقیر ثم یامرہ بعد ذلک بالصرف الی ہذہ الوجوہ 'فیکون لصاحب المال ثواب الزکاۃ وللفقیر ثواب ہذہ القرب فی المحیط.واشار المصنف الی انہ لواطعم یتما بنیہا لایجزي بہ.لعدم التملیک الااذادفع لہ الطعام کالکسوۃ اذاکان یعقل القض والافلاء.انتہی

اوربھی بنایہ شرح الہدایۃ میں ہے "وتجمع فی بیت المال من الاموال اربعۃ انواع : نومجہا الصدقات ' وہی زکوۃ السوائ والعشور وما اخذہ العاشر من المسلمین الذین یمرون علیہ من التجار ونوع آخرما اخذ من خمس الغنائم والمعدان والرکاز ویصرف فی ہذین النوعین فی الاصناف التی ذکرہا اللہ فی کتابہ وہو قولہ ' :انام الصدقات للفقراء_____ الایۃ وقلہ تعالیٰ : واعلموا انما غنمتم من شئ____ فیصرف الیوم الی ثلاثہ اصناف :الیتامی والمساکین وابن السبیل.والنرع الثالث ہوالخراج والجزایۃ وماصولح علیہ مع بنی تحران من الحلل ومع بی تغلب من الصدقۃ

المضاعفة وما اخذ العاشر منا لمستامن اہل الحرب وما اخذ من تجار اہل الذمۃ ' تصرف ہذہ فی عمارۃ الرباطات والقناطیر والجسور وسد الثغور وکري الانہار العظام التی لاملک لاحد فیہا کجیحون والفرات ' وجلہ یصرف الی ارزق القضاۃ وارزق الولاۃ المحتسبین والمعلمین والمقاتلۃ وارزاق المقابلۃ ' ویصرف الی رصد الطریق فی دار الاسلام عن اللصوص وقطاع الطریقّ والنوع الرابع ما اخذ من ترکۃ المیت الذي مات ولم یترک وارثا اوترک زوجا اوزوجۃّ فمصرت ہذہ الفقہ المرضی فی اودیتہم وعلاجہم وہم فقراء وکفن الموتی الزین لامال لہم ' نفقۃ اللقیط وعقل جنایۃ ونفقۃ من ہو عاجز عن الکسب ولیس لہ من یقضی علیہ فی نفقتہ وما اشبہ ذلک " انتہی کلامہ مختصراً

لیکن یہ مسلک ائمہ احناف کا کہ صدقہ میں تملیک رکن اعظم ہے مضبوط ومدلل بالدلائل القویتہ نہیں ہے۔ بچند وجوہ،

اول یہ کہ ائمہ احناف کے کلام میں خود تعارض ہے، ایک جگہ تو اثبات تملیک کرتے ہیں۔ بایں عبارت کہ: ان اللہ تعالیٰ سماہا صدقۃ ' وحقیقۃ الصدقۃ تملیک المال من الفقیر ' یعنی صدقہ کی حقیقت فقیر کو مال کا مالک کردینا ہے،

وقالوا: ولا یبنی بہا مسجد لانعدام التملیک وہو الرکن ۔ اور دوسری جگہ ائمہ احناف نے تملیک کی نفی کی ہے اور قولہ تعالیٰ " انما الصدقات للفقراء " میں جو لام ہے ' اور شافعی اس کو لام تملیک کہتے ہیں۔ اس کی ائمہ احناف تردید کرتے ہیں۔ اور اس کو لام اختصاص قرار دیتے ہیں۔ عینی شرح ھدایہ میں ہے۔ (م) ولنا ان الاضافۃ (ش) اي اضافۃ الصدقات (الیہم (م) لالاثبات الاستحقاق (ش) لان المجہول لایصلح مستحقا ' واللام للاختصاص لاللملک کما یقال: الجل للفرس ولاملک لہ ' وکان المراد اختصاصہم بالصرف الیہم ' ومعانی اللام ترتقی الی اکثر من عشرۃ ' ولکن اصلہا للاختصاص۔ ولم یذکر الزکر فحشري فی المفعل غیر الاختصاص لعمومہ ' فقال: اللام للاختصاص ' یعنی انہم مختصون بالزکاۃ ' ولاتکون لغیر ہم۔ کقولہم: الخلافۃ لقریش ' والسقایۃ لبنی ہاشم۔ اي لایوجد ذلک فی غیر ہم۔ ولایلزم ان تکون مملوکۃ لہمّ فتکون اللام لبیان محل صرفہا وایضا الفقراء والمساکین لایحصون للکثرتہم ' فکانوا مجہولین ' والتملیک من المجہول محال۔

پھر جس شے کی نفی ہے اسی کا اثبات کیا جاتا ہے۔ اور علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں دربارہ رفع اس تناقص کے جو یہ لکھا ہے: ان التملیک رکن لانہ الاصل فی دفع الزکاۃ۔ فان قلت: انتم جعلتم الام فی الآیۃ للمعاقبۃ ودعوي التملیک ان المقبوض یصیر ملکا لہم فی العاقبۃ ' ثم یحصل لہم الملک بدلالۃ اللام ' فلم تبق دعوي مجروۃ انتہی

پس اس تقریر کا ضعف اور محض تاویل کیک ہونا اہل بصیرت پر مخفی نہیں ہے۔ واللہ اعلم

اور تعریف " صدقہ " کی جو شیخ ابن الہام نے کیا ہے صحیح نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت صدقہ کی یہ ہے کہ آدمی اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کے واسطے نکالے کہ وہ مال وجوہ خیر میں صرف کیے جاویں۔ پس جہاں تک محل تملیک ہوگا۔ وہ تملیک ہوگا۔ ورنہ بلا تملیک۔ اور اس کے مصارف کی تصریح حق تعالیٰ نے اپنے قول " انما الصدقات للفقراء____ ' الآیۃ میں فرمایا ہے۔ امام راغب نے مفرادات القرآن میں لکھا ہے۔ : والصدقات مایخرج الانسان من مالہ علی وجہ القربۃ کالزکاۃ_ انتہی

دوم یہ کہ بعض صوَرتوں میں صورت تملیک اصلاً نہیں پائی جاتی ہے اور وہ محل مصرف زکوۃ قرار دیا گیا۔ چنانچہ عبداللہ بن عباس سے قولہ تعالیٰ (انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیہا والموٴلفۃ قلوبہم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل) میں امام بخاری نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔ ویذکر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما یعتق من زکاۃ فی الحج ' وقال الحسن: ان اشتري ایاہ من الزکاۃ جاز ویعطی فی المجاہدین والذي لم یحج < ثم تلا: انما الصدقات للفقراء____ الآیۃ

اور فتح الباری میں ہے: وصلہ ابو عبید فی کتاب الاموال من طریق حسان ابی الاشرس من المجاہد عنہ انہ کان لایري باسا ان یعطی الرجل من زکاۃ مالہ فی الحج وان یعتق من الرقبۃ۔ اخرجہ عن ابی معاویۃ عن الاعمش عنہ۔ واخرج عن ابی بکر بن عیاش عن الاعمش عن ابی نجیح عن مجاہد عن ابن عباس قال: اعتق من زکاۃ مالکّ وتابع ابا معاویۃ عبدۃ بن سلیمان رویناہ فی فوائد یحیی بن معین روایۃ ابی بکر علی المروزي عنہ عن عبیدۃ عن الاعمش عن ابی الاشرس ولفظہ: کان یخرج زکاتہ ثم یقول: جہزونا منہا الی الحج۔ وقال المیمونی: قلت لابی عبداللہ: یشتري الرجل من زکاۃ مالہ الرقاب فیعتق ویجعل فی ابن سبیل؟ قال: نعم ابن عباس یقول ذلک ولا اعلم شیئاً یدفعہ وقال الخلال: اخبرنا احمد بن ہاشم قال قد قال احمد: کنت اري ان یعتق من الزکاۃ۔ ثم کففت عن ذلک ' لانی لم ارہ یصح۔ قال حرب: فاحتج علیہ بحدیث ابن عباس فقال: ہو مضطرب۔ انتہی۔ وانما وصفہ بالضطراب للاختلاف فی اسنادہ علی الاعمش کما نري ولہذا لم یجزم بہ البخاري

وقد اختلف السلف فی تفسیر قولہ تعالیٰ "وفی الرقاب" فقیل : المراد شراء الرقبہ لتعتق وھو روایۃ ابن القاسم عن مالک واختیار ابی عبید وابی ثور وقولہ اسحاق والیہ مال البخاري وابن المنذر وقال ابو عبید : اعلی ماجاء فیہ قول ابن عباس وھو اولی بالاتباع واعلم بالتاویل۔ وري ابن وھب عن مالک انہا فی المکاتب وھو قول الشافعی واللیث والکوفین واکثرھم اہل العلم رجحہ الطبرانی وفیہ قول ثالث : ان سہم الرقاب یجعل نصفین : نصف لکل مکاتب یدعی الاسلام ' ونصف یشتري بہا رقاب من صلی وصام اخرجہ ابن ابی حاتم وابو عبید فی لاموال باسناد صحیح عن الزہري انہ کتب ذلک لعمر بن عبدالعزیز

اور تفسیر "درمنثور" میں ہے : ابن المنذر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال : اعتق من زکاۃ مالک ' واخرج ابو عبید وابن عن الحسن انہ کان لایري باسا ان یشتري الرجل من زکاۃ مالہ نسمۃ فیعتقہا' واخرج ابن امنذر وابن ابی حاتم عن عمر بن عبدالعزیز قال : یسہم الرقاب نصفان نصف لکل مکاتب ممن یدعی الاسلام النصف الباقی یشتري بہ الرقاب من صلی وصام وقدم اسلامہ من ذکر او انثی یعتقون للہ قال ابو عبی : ابن عباس اعلی ماجاءنا فی ہذا الباب ' وہو اولی بالاتباع واعلم بالتاویل ' وقد وافقہ علیہ کثیر من اہل العلم۔

اور تفسیر ابن کثیر میں ہے : واما الرقاب فروي عن الحسن البصري ومقاتل بن حیان وعمر بن عبدالعزیز وسعید بن جبیر والنخعی والزہري ابن یزید انہم المکاتبون۔ وروي عن ابی موسی الاشقري نحوہ ' وہو قول الشافعی واللیث رضی اللہ عنہما۔ وقال ابن عباس والحسن : لاباس ان تعتق الرقبۃ من الزکاۃ ' وہو مذہب احمد وومالک واسحاق اي ان الرقاب اعم من ان یعطی المکاتب او یشتري رقبۃ فیعتقہا استقلالاً انتہیٰ

پس "وفی الرقاب" کی ایک صورت عبداللہ بن عباس وحسن بصری وعمر بن عبدالعزیز نے یہ قرار دیا ہے کہ اموال زکوۃ میں سے لونڈی غلام خرید کر کے ادا کیے جاویں 'اور یہی قول امام مالک ۔ احمد ، ابو عبید ودیگر ائمہ کا ہے ۔ پس اس صورت میں تملیک للفقراء اصلاً نہیں پائی گئی بلکہ وہ متصدق خود بنفسہ اس مال زکوۃ سے متولی ومباشر اس کے شراء کا ہو پھر اس کو آزاد کیا۔ اور اس کا بیان صاف طور پر صاحب ھدایہ نے کیا ہے ۔ ولایشتري بہا رقبۃ تعتق خلافاً لام لک حیث ذہب الیہ فی تاویل قولہ تعالیٰ "وفی الرقاب" ولنا ان الاعتاق اسقاط الملک ولیس تملیکّ

اور حاشیہ کشاف میں ہے : ان الاصناف الاربعۃ الاوائل ملاک لما عساہ یدفع الیہم وانما یاخذونہ ملکا فکان دخول اللام لائقا بہم واما الاربعۃ الاواخر فلا یملکون مایصرف نحوہم بل ولایصرف الیہم ' ولکن فی مصالح تتعلق بہمّ فالمال الذي یصرف فی الرقاب انما یتناولہ السادۃ والمکاتبون والبائعون ' فلیس نصیبہم مصروفاً الی ایدیہم حتی یعبر عن ذلک باللام المشعرۃ بتملکہم لما یصرف نحوہم وانما ہم محال لحذا صرف والمصلحۃ المتعلقۃ بہ '

اور مؤیدات سے عدم اعتبار التملیک کی وہ روایت ابوہریرہ کی ہے جو کو امام بخاری نے روایت کیا ہے : عن ابی ہریرۃ قال : امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بصدقۃ ' فقیل : منع ابن جمیل وخالد بن الولید والعباس بن المطلب ' فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ما ینقم ابن جمیل الا انہ کان فقیراً فاغناہ اللہ ورسولہ وما خالد فانکم تظلمون خالداً قد احتبس ادراعہ فی سبیل اللہ والحدیث ____

فتح الباری میں ہے : وقد استدل بقصۃ خالد علی جواز اخراج مال الزکاۃ فی شراء السلاح وغیرہ من آلات الحرب والاعانۃ بہا فی سبیل اللہ ' بناء علی انہ علیہ الصلاۃ والسلام اجاز لخالد ان یحاسب نفسہ بما حسبہ فیما یحب علیہ الصلاۃ والسلام اجاز لخالد ان یحاسب نفسہ بما حسبہ فیما یحب علیہ

اور عینی شرح البخاری میں ہے : والحدیث فیہ تحبس آلات الحرب الثبات وکل ما ینفع بہ مع بقاء عینہ والخیل والابل کالاعبد ' انتہی

سوم یہ کہ قولہ تعالیٰ (وفی دسبیل اللہ) کا عام اور کل وجوہ خیر (اخل فی سبیل اللہ ہے ۔ اور سنت رسول اللہ ﷺ نے اس کی تخصیص ساتھ کسی فرد کے نہیں ہے ۔ ہاں بعض بعض افراد احادیث صحیحہ میں آیا ہے ' جیسے روایات ابو سعید خدری قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : لاتحل الصدقۃ لغنی الا لخمسۃ : لغاز فی سبیل اللہ او لعام ل علیہا ' او لغارم ___ الحدیث اخرجہ ابو داؤد فی الزکاۃ وابن ماجہ وسکت عند المنذري ' واخرجہ فی الموطا مرسلاّ

پس اس حدیث نے "فی سبیل اللہ" کے ایک فرد کو بیان کر دیا کہ وہ غازی مجاہد فی سبیل اللہ ہے ۔

اور جیسے روایت ام معقل قالت : کان ابو معقل حاجا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ‘ فلما قدم قالت ام معقل : قد علمت ان علی حجۃ فانطلقا یمیشان حتی خلا علیہ ‘ فقالت : یا رسول اللہ ان علی حجۃ وان لابی معقل بکرا ‘ قال ابو معقل : صدقت جملتہ فی سبیل اللہ فقال رسول الہ صلی اللہ علیہ وسلم اعطھا فلتحج علیہ ‘ فانہ فی سبیل اللہ ‘ فاعطھا الیک الحدیث اخرجہ ابوداود فی الحج

کما خطابی نے معالم السنن میں : فیہ من التفقہ جواز احباس الحیوان ‘ وفیہ انہ جعل الحج من السبیل ‘ وقد اختلف الناس فی ذلک فکان ابن عباس لایری باسا یعطی الرجل من زجاتہ فی الحج ‘ وروی مثل ذلک عن ابن عباس لایری باسا یعطی الرجل من زکاتہ فی الحج ‘ وروی مثل ذلک عن ابن عمر وکان احمد بن حنبل واسحاق یقولان : یعطی من ذلک فی الحج وقال ابو حنیفۃ واصحابہ وسفیان الثوری والشافعی : لاتصرف الزکاۃ الی الحج ‘ سہم السبیل عندہم الغزاۃ والمجاہدون انتہی

پس اس حدیث نے "فی سبیل اللہ" کے ایک افراد کو بیان کیا کہ وہ حج بھی ہے ۔ اور ممکن ہے استدلال اس پر ساتھ حدیث سہل بن ابی حثمہ کے : ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وداہ بمائۃ من اہل الصدقۃ : یعنی دیۃ الانصاری الذی قتل بخیبر اخرجہ الائمۃ الستۃ فی کتبہم ‘ واللفظ لابی داود

یعنی رسول اللہ ﷺ نے واسطے رفع فتنہ واصلاح بین الناس کے سہل بن ابی حثمہ انصاری کو سو اونٹ زکوۃ مفروضہ میں سے دے دیا ۔ پس اب مصارف ثمانیہ مذکور فی القرآن میں سے کس مصرف میں یہ داخل کیا جائے گا ؟ پس امام مالک وشافعی اور ایک جماعت اس کو "غارمین" میں داخل کرتے ہیں ۔ کیونکہ یہ لوگ "غارم" کی تعریف یہ کرتے ہیں کہ : وہو مدین م استدان لیصلح بین الطائفتین فی دیۃ او تسکینا للفتنۃ وان کان غنیا ذکرہ الزرقانی

اور کما خطابی نے شرح السنن میں : الغارم الغنی فہو الرجل یتحمل الحمالۃ ویدان فی المعروف اصلاح ذات البین ولہ مال ان یقع فیھا افتقر ‘ فیعطی من الصدقۃ ما یقضی بہ دینہ ‘ فاما الغارم الذی یدان انفہ وہو معسر فلا یدخل فی ہذہ الغنی لانہ من جملۃ الفقراء ایضاً ‘ قال الخطابی : یشبہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما احطاہ ذلک من سہم الغارمین علی معنی الحاملۃ فی اصلاح ذات البین لانہ شجر بین الانصاری وبین اہل خیبر فی دم القتیل الذی وجد بہا منہم فانہ لامصرف بمال الصدقات دی الدیات ‘

اور ائمہ احناف اس کو "غارمین" میں داخل نہیں کرتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک "غارم" کی وہ تعریف ہے جو ہدایہ میں ہے : والغارم من لزمہ دین ولا یملک نصابا فاضلا عن دینہ وقال الشافعی : من تحمل غرامۃ فی اصلاح ذات البین القبلتین انتہی

اور زہری ' مجاہد وغیرہما بھی اس کی تعریف میں متفق ہیں احناف کے ساتھ ۔ "درمنثور" میں ہے : عن الزہری انہ سئل عن الغارمین ‘ قال اصحاب الدین وقال المجاہد : من احترق بیتہ ذہب السبیل بمالہ وادان علی عیالہ انتہیٰ

اور لغت میں "غریم" قرضدار کو کہتے ہیں ۔ مفردات میں ہے : الغرم ما ینوب الانسان فی مالہ ضرر بغیر جنایۃ منہ ‘ یقال : عزم کذا غرماً ومغرباً والغریم یقال لمن لہ الدین ولم علیہ الدین والغارمین وفی سبیل اللہ انتہی

اور بنایہ شرح ہدایہ میں ہے : الغرم ہو من الخسران ‘ وکان الغارم ہو الذی خسر حالہ ‘ والخسران النقصان ‘ وقال ابو جعفر البغدادی : الغارم من لزمہ دین وان کان فی یدہ مال ولکنہ لایکفی لاداء الدین فصار کمن لامال لہ انتہی

پس حدیث سہل بن ابی حیثمہ کو تحت الغارمین داخل کرنے اور فی سبیل اللہ سے خارج کرنے پر کوئی دلیل قوی قائم نہیں ہے سوائے احتمال اور ظن کے ، جیسا کہ خطابی نے بلفظ یشبہ ذکر کیا ہے ۔ بلکہ ظاہر حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ تحت فی سبیل اللہ ہے ' کیونکہ صلح بین الطائفتین اور تسکین فتنہ رفع القتال اعظم امور خیر میں ہے ۔ پس فی سبیل اللہ میں اس کو نہیں داخل کرنے کی دلیل قوی چاہیے ۔ اس لیے بعض ائمہ نے سبیل اللہ کو عموم پر رکھا ہے اور سارے امور خیر کو اس میں داخل کیا ہے ، اور شرط تملیک کو باطل کیا ہے ۔

تفسیر کبیر میں ہے : وعلم ان ظاہر اللفظ فی قولہ "وفی سبیل اللہ" لایوجب القصر علی کل الغزاۃ ‘ فلہذا المعنی نقل القفال فی تفسیرہ عن بعض لافقہاء انہم اجازوا صرف الصدقات الی جمیع وجوہ الخیر من الکفین الموتی وبناء الحصون وعمارۃ المساجد لان قولہ "فی سبیل" عام فی الکل

اور تفسیر خاذن میں ہے : وفی سبیل اللہ یعنی وفی النفقۃ وفی سبیل اللہ ' اراد بہ الغزاۃ فلھم سھم من مال الصدقات ' فیطمعون اذا ارادوا الخروج الی الغزو وما یستعینون بہ علی امر الجھاد من النفقۃ والکسوۃ السلاح والمؤنۃ ' فیعطون وان کانوا اغنیاء لما تقدم من حدیث عطاء وابی سعید الخدري ولا یعطی من سھم سبیل اللہ لمن اراد الحج عند اکثر اھل العلم ' وقال قوم : یجوز ان یصرف سھم سبیل اللہ الی الحج ' یروي ذلک عن ابن عباس ' وھو قول الحسن ' والیہ ذھب احمد بن حنبل واسحاق بن راھویہ وقال بعضھم "ان اللفظ عام ' فلا یجوز قصرہ علی الغزاۃ فقط ' ولھذا اجاز بعض الفقھاء صرف سھم سبیل اللہ الی جمیع وجوہ الخیر من تکفین الموتی وبناء الجسور والحصون وعمارۃ المساجد وغیر ذلک وقال : لان قولہ "وفی سبیل اللہ" عام فی الکل فلا یختص بصنف دون غیرہ

اور بعض فقہا نے بھی "فی سبیل اللہ" کو عام رکھا ہے بحر الرائق شرح کنزالدقائق میں ہے : قولہ ومنقطع الغزاۃ ہو المراد بقولہ تعالیٰ "وفی سبیل اللہ" وہو اختیار منہ لقول ابی یوسف ' وعند محمد منقطع الحاج ' وقیل : طلبۃ العلم ' واقتصر علیہ فی الفتاوي الظھوریۃ وفسرہ فی البدائع بجمیع القرب ' فیدخل فیہ کل من سعی فی طاعۃ اللہ تعالیٰ وسبیل الخیرات اذا کان محتاجا

اور تفسیر آلوسی میں ہے۔

وفی سبیل اللہ ارید بذلک عند ابی یوسف منقطعوا الحج ' وقیل : المراد طلبۃ العلم واقتصر علیہ فی الفتاوي الظھیریۃ ' وفسرہ فی البدائع بجمیع القرب ' فیدخل فیہ کل سعی فی طاعۃ اللہ تعالیٰ وسبیل الخیرات وقال فی البحر ولا یخفی ان قید الفقراء لا بد منہ علی وجوہ کلھا انتہی

اور بنایہ شرح الہدایہ میں ہے : وفی المرغینانی "وقیل "وفی سبیل اللہ" طلبۃ العلم ' انتہی

پس جن لوگوں نے فی سبیل اللہ کو اپنے عموم پر رکھا ہے یعنی سوائے ان مصارف سبعہ مذکورہ اور کل امور خیر کو مراد لیا ہے جس میں رضائے حق تعالیٰ مقصود ہو۔ اور کسی حدیث مرفوع صحیح یا اثر صحابہ کی مخالفت لازم نہیں آوے 'کلام اس کا اقرب الی الصواب واوفق الی لفظ القرآن ہے اور کل اصناف ثمانیہ میں تملیک کا تحقق نہیں ہے۔ پس شرط تملیک لگا کر اور اس کو رکن قرار دے کر بنائے مسجد وغیرہ کو مصرف زکوۃ قرار دینا غیر صحیح ہے۔ بلکہ جس طرح مجاہد فی سبیل اللہ کو مال زکوۃ اس غرض سے دیا جاتا ہے کہ وہ امور متعلق غزوہ میں اس کو صرف کرے اور وہ اس کا محل ومصرف قرار دیا گیا ہے اور محض اس کی ذاتی منفعت کی غرض سے وہ مال اس کو نہیں دیا جاتا ہے، پس اسی طرح مہتمان مدارس علوم دینیہ کو اموال زکوۃ مفروضہ سے دینا بایں غرض کہ وہ اتفاق طلبہ ودیگر مصارف مدرسہ میں صرف کریں یا کتب دینیہ خرید کر حوالہ کریں اس میں طلبہ پڑھیں۔ بلاشک جائز ہوسکتا ہے اور محل ومصرف زکوۃ قرار دیا جاسکتا ہے 'اور تحت عموم قولہ تعالیٰ "وفی سبیل اللہ" داخل ہوسکتا ہے۔

ایک فائدہ جلیلہ متعلق اسی مسئلہ کے یہ ہے جو سبل السلام شرح بلوغ المرام میں ہے الغارم تحل لہ الصدقۃ وان کان غنیا ' وکذلک الغازي تحل لہ ان یتجھز من الزکاۃ وان کان غنیا ' وکذلک الغازي تحل لہ ان یتجھز من الزکاۃ وان کان غنیا ' لانہ ساع فی سبیل اللہ ' قال الشارح : ویلحق بہ من کان قائما بمصلحۃ عامۃ من مصالح المسلمین ' کالقضاء الافتاء والتدریس وان کان غنیا ' وادخل ابو عبیدۃ من کان فیہ مصلحۃ عامۃ فی العالمین ' واشار الیہ البخاري حیث قال :

باب بیت المال ممن یقوم بمصالح المسلمین ' کالقضاء والتدریس ' فلہ الاخذ من الزکاۃ فیما یقوم بدمۃ القیام بالمصلحۃ وان کان غنیاً قال الطبرانی : انہ ذھب الجمھور الی جواز اخذ القاضی الاجرۃ علی الحکم لانہ یشغلہ الحکم عن القیام بمصلحۃ وان کان غنیا مقال الطبرانی : انہ ذھب الجھور الی جواز اخذ القاضی الاجرہ علی الحکم ' لانہ یشغلہ الحکم عن القیام بمصالحہ ' غیر ان طائفۃ من السلف کرھوا ذلک ولم یحرموہ وقالت طائفۃ : اخذ الرزق علی القضاء ان کانت جھۃ الاخذ من الحلال کان جائزا اجماعاً ومن ترکہ فانما ترکہ تورعاً
وقال الالوسی فی تفسیر : ویجوز صرف الزکاۃ لمن لا تحل لہ المسالۃ بعد کونہ فقیراً ' ولا یخرجہ عن الفقر ملک نصب کثیرۃ غیر نامیۃ اذا کانت مستغرقۃ للحاجۃ ' ولذا قالوا : یجوز للعالم وان کانت لہ کتب تساوي نصبا کثیرۃ اذا کان محتاجا الیھا للتدریس ونحوہ اخذ الزکاۃ بخلاف العامی انتہی

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

ص70

محدث فتویٰ